بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتنے اور ان کا سدّباب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک و تعالےٰ	..	اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	..	فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسندیدہ دین اسلام	..	فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	..	فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق	..	دنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمان باللہ العظیم	..	وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق
ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

{فون 6677870} مسجد المسلمین۔ کوثر نیازی کالونی۔ نارتھ ناظم آباد، بلاک بی۔ کراچی ۳۳

جماعت المسلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ اشاعت ۱۹

فتنے (۱)

قادیانیت - ایک عظیم خطرہ

اے ایمان والو، کچھ خبر بھی ہے کہ آپکے گرد و پیش کیسے کیسے فتنے پھیلے ہوئے ہیں؟ آپ کو اپنی اولاد اور آئندہ نسلوں کے ایمان کی بھی کچھ فکر ہے؟ آپ کی اولاد کس ماحول میں گھری ہوئی ہے؟ نوجوان طبقہ کس طرح زہریلے جراثیم اپنے ذہن میں پیوست کرتا چلا جارہا ہے؟ منکرینِ ختم نبوت کی ریشہ دوانیوں کا بھی آپ کو کچھ علم ہے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ زہر کی گولیاں مالی اعانت، طبی امداد اور ذاتی خدمات کی شکر میں لپیٹ کر ہمارے حلق میں اتاری جارہی ہیں؟ طبی امداد کے بہانہ کس طرح ہمارے عوام و خواص میں روحانی بیماری پیدا کی جارہی ہے؟

ایمان کے ڈاکو چھپ کر آتے ہیں، وہ کچھ دے کر بہت کچھ چھین لیتے ہیں۔ چھینی ہوئی چیز ایمان ہوتی ہے۔ ان کے متعدد اسکول اور مدارس قائم ہیں جہاں لوگ دین و ایمان کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہوئے بھی اپنے بچوں کو تعلیم دلا رہے ہیں۔ یہ کیوں ہو رہا ہے، اس لئے کہ لوگوں کا نادیۂ نظر

بدل گیا ہے۔ لوگوں کو مادیت مطلوب ہے اور یہی وہ چیز ہے جو قادیانی اسکولوں اور مدارس میں بآسانی مل جاتی ہے۔

ان کے مبلغ پہلے تو کھلم کھلا تبلیغ کرتے پھرتے تھے اور اب خفیہ تبلیغ میں مصروف ہیں۔ براہ راست تبلیغ کرنے کے بجائے اب انہوں نے تبلیغ کا نیا طرز اختیار کیا ہے۔ اب وہ ہمارے ہی لبادے میں ہمارے پاس آتے ہیں۔ ہماری اور ہمارے نوجوان طبقہ کی خیر خواہی کے بہانے وہ ہمارے سامنے منکرینِ ختم نبوت کے اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان اعتراضات کے جوابات معلوم کر کے وہ اپنے کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ایمان کو بچانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے کو عالم ظاہر نہیں کرتے لیکن وہ آیات واحادیث جو بظاہر ان کے نظریہ کی تائید کرتی ہیں ان کی نوکِ زبان ہوتی ہیں۔ وہ ان آیات واحادیث کو سنا کر ان کا جواب ہم سے طلب کرتے ہیں۔ اگر جواب دیا جائے تو جواب الجواب بھی ان کے پاس ہوتا ہے۔ اگر وہ لاجواب ہو جاتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ اپنے کسی بڑے مبلغ کے پاس ہمیں لے جائیں۔ ان کے چھوٹے اور بڑے مبلغ تحریری بحث پر راضی نہیں ہوتے۔ ان کے مبلغ دن ورات اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مخالف کے ہر اعتراض کا جواب پہلے سے تیار کر لیں تاکہ مخالف اگر حاضر جواب اور مشاق نہ ہو تو لاجواب ہو جائے اور وہ اس کو اپنی فتح شمار کریں۔ اگر وہ لاجواب ہو جاتے ہیں تو دھوکا دے کر دوسرا مضمون شروع کر دیتے ہیں اور شکست فاش سے بچ کر نکل جاتے ہیں۔

قادیانیوں نے اپنی تبلیغ کے لئے ایک علیحدہ فنڈ قائم کر رکھا ہے جس کے ذریعہ ہزاروں مبلغ تیار کئے جاتے ہیں اور ان کو ہر قریہ اور ہر گاؤں

یت متعین کیا جا رہا ہے[1] ہر مبلغ تبلیغ کے لئے مادّی وسائل بھی استعمال کرتا ہے۔ نادار اور بے علم افراد ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ فتنہ پوری طرح سے پھیل چکا ہے لیکن ہماری غفلت کا وہی حال ہے۔

اے لوگو، ہوش میں آیئے۔ آخرت کی فکر کیجئے۔ اولاد کے ایمان کو محفوظ رکھنے کا بندوبست کیجئے۔ آئندہ نسلوں کو اس فتنہ سے بچایئے۔ اپنے روپیہ کو دین کی حفاظت کے لئے خرچ کیجئے۔ ایسے اسکول اور کالج کھولیئے جن میں آپ کی مطلوبہ مادّیت بھی ہو اور ایمان بھی سلامت رہے۔ نادار افراد کی مالی پریشانیوں کا سدباب کیجئے تاکہ ایمان کے ڈاکو ان کی بدحالی سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ آپ بھی تعلیمی فنڈ قائم کیجئے۔ ذہین طلباء کو وظیفے دیجئے تاکہ وہ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تعلیم سے آراستہ ہو کر گمراہی سے بچ سکیں۔ اگر آپ کی آئندہ نسل گمراہ ہوگئی تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ میدانِ محشر میں آپ کیا جواب دیں گے۔

---

[1] سرکاری طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا جا چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس فیصلہ سے ان کا تبلیغی منصوبہ متاثر ہوا ہو۔

سلسلۂ اشاعت ۱۱

سوشلزم - ایک دل فریب دھوکا

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سوشلزم کا مقصد انسانوں میں معاشی ابتری کو ختم کرنا ہے لہذا سوشلزم اسلام کے بہت قریب ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ سوشلزم کو اسلام سے کوئی نسبت نہیں۔ جو لوگ یہ بات کہتے ہیں وہ اسلامی نظریۂ معیشت سے قطعاً نابلد ہیں ورنہ ایسی غلط بات کبھی نہیں کہتے۔

اسلامی نظریۂ معیشت خالق کائنات کا دیا ہوا ہے۔ آفاق وانفس کے احوال وکوائف سے کسی انسان کو اتنی واقفیت نہیں ہو سکتی جتنی کہ آفاق وانفس کے خالق کو ہو سکتی ہے۔ خالقِ کائنات کا علم زمان ومکان کے نشیب وفراز اور احوال وافکار کی تبدیلیوں پر حاوی ہے۔ برخلاف اس کے انسان کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے ہی سود وزیاں سے آگاہ نہیں، اُسے یہ ہی نہیں معلوم کہ کل وہ کیا کرے گا اور کل اُسے کس چیز کی ضرورت ہوگی ایسی صورت میں اُس کا بنایا ہوا نظامِ معیشت تمام انسانوں کی فلاح وبہبود کا ضامن کیسے ہو سکتا ہے۔

اسلامی نظام کے تمام اجزاء باہم مربوط ہیں۔ ضابطۂ اخلاق ہو یا دستور تمدن، معیشت ہو یا سیاست، عبادت ہو یا خدمتِ خلق سب میں ایک ہی روح کارفرما ہے جو ان تمام اجزاء میں ہم آہنگی اور انضباط پیدا کرتی ہے اور یہ روح اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی ہے۔ اگر کسی نظام میں یہ روح نہ ہو تو وہ نظام خواہ کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو اُس کو اسلام کے قریب کہنا سراسر غلط فہمی ہے۔

سوشلزم کے عوامل اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سوشلزم کے عوامل کیا ہیں۔ وہ کون سے تصورات ہیں جو سوشلزم کو جنم دیتے ہیں۔ سوشلزم کی اصل روح کیا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جس نظام کو سوشلزم قائم کرنا چاہتا ہے اس کی روح دنیوی خوش حالی اور حرص و ہوس کے سوا اور کچھ نہیں۔

سوشلزم نظام کا اجمالی خاکہ یہ ہے :-

۱۔ سوشلزم کلی طور پر ملکیت کے معاملہ میں فرد کی انفرادی حیثیت کو کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ انفرادی جدوجہد اور ذاتی محنت سے حاصل کردہ سرمایہ یا جائداد کو اسٹیٹ کے قبضہ میں دینا چاہتا ہے۔

۲۔ دین کے تصور کو بتدریج مٹا کر سوسائٹی کی بنیاد معاشی اور مادی نظریوں پر قائم کرنا چاہتا ہے۔ سوشلزم کی ابتدا خوشنما دھوکے سے شروع ہوتی ہے اور کمیونزم کے خوفناک دیو پر منتہی ہوتی ہے۔

برخلاف اس کے :-

۱۔ اسلام افراد کی ملکیت کو برقرار رکھتا ہے۔ اسلام فرد کو جماعت سے الگ ہونے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ فرد اور جماعت کے حقوق، حدود اور اختیارات کو متعین کرتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ فرد کس حد تک اپنی انفرادیت برقرار رکھ سکتا ہے اور کس مقام پر اسکی انفرادیت جماعت کے وجود میں گم ہو جاتی ہے۔

فرد کی ذاتی صلاحیتیں اسی وقت ابھر سکتی ہیں جبکہ اُسے کام کرنے کی کھلی آزادی دی جائے۔ اُس کے دل میں اس کام کے لئے جسے وہ کرنا چاہتا ہے کشش ہو اور یہ کماحقہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اُسے اپنی جدوجہد کے نتائج سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہو۔

۲۔ اسلام میں خالقِ کائنات اور روزِ قیامت پر ایمان ایک بنیادی

عقیدہ ہے۔ یہی عقیدہ ہے جو انسان کی زندگی میں بے راہ روی پیدا نہیں ہونے دیتا ہے، یہی عقیدہ ہے جو انسان کو ظلم و ستم اور حق تلفی سے باز رکھتا ہے، یہ عقیدہ اگر نہ ہو تو انسان شتر بے مہار بن جاتا ہے۔ یہی عقیدہ ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان پر رحم و کرم کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، یہی عقیدہ ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ ہمدردی پیدا کرنے کا محرک ہے، یہی عقیدہ ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان کی مصیبت میں کام آنے پر ابھارتا ہے، یہی عقیدہ ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان کی مفلسی دور کرنے اور فاقہ کش کو اس کی بنیادی ضروریات مہیا کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔

کمیونزم میں نہ خالق کائنات کا تصور ہے اور نہ عقیدۂ آخرت اور حساب و کتاب کا لہذا کمیونزم میں ایسے عوامل کا فقدان ہے جو انسان کو ظلم و ستم اور حق تلفی جیسے جرائم سے باز رکھ سکیں۔ سوشلزم اور کمیونزم کی بنیاد پر جو حکومتیں قائم ہوئیں وہ اس بات کی گواہ ہیں کہ افراد کو جو خوشحالی کے سرسبز خواب دکھائے گئے تھے وہ شرمندۂ تعبیر نہیں ہوئے۔

الغرض اسلام اور سوشلزم ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔ ان کو ایک دوسرے کے قریب سمجھنا فریبِ نفس یا فریبِ شیطانی ہے۔

اٹھیئے۔ دنیا کو سوشلزم سے نجات دلانے کے لئے مشترکہ جدوجہد کیجئے۔ پوری دنیا میں اللہ تعالےٰ کا حکم بلند کرنے اور اس کے احکام و قوانین کو نافذ کرنے کے لئے بھرپور اور کماحقہ کوشش کیجئے۔ اسلام سے مراد وہ اسلام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ فرقہ وارانہ مذاہب اسلام نہیں لہذا انہیں مسترد کرکے اس اسلام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کیجئے جو صرف قرآن مجید اور احادیث نبوی میں محفوظ ہے۔ یہی وہ مشترک

سرمایہ ہے جس پر تمام فرقے متحد ہو سکتے ہیں۔ اس مشترک سرمایہ پر متحد ہونے کے لئے اپنے فرقہ وارانہ مذاہب کی قربانی دینی ہوگی۔ اسلام ہر قسم کی قربانی چاہتا ہے لہٰذا ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو کر آیئے۔ اپنے کو صرف مسلم کہیئے اور اپنے دین کو صرف اسلام کہیئے۔

سلسلۂ اشاعت ۱۰۱

احادیث کی مخالفت

کیا آپ کو معلوم ہے کہ احادیث نبویہ کے خلاف کیسا زہر اُگلا جا رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے "صحیح بخاری میں بھی ضعیف حدیثیں ہیں"، کہیں سے آواز آتی ہے کہ "صحیح بخاری اور دارقطنی کا درجہ برابر ہے"، کوئی الزام لگاتا ہے کہ "امام بخاری متعصب تھے"، کوئی اس طرح اظہارِ خیال کرتا ہے: "کوئی شریف آدمی صحیح بخاری کی تمام احادیث کو صحیح نہیں مانتا" کوئی امام بخاری کے خلاف اپنا زورِ قلم صرف کرتا ہے اور پھر لوگوں کو اس طرح تسلی دیتا ہے: "اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحیح بخاری کا کوئی مقام نہیں، صحیح بخاری اپنا مقام حاصل کر چکی ہے" یہ عجیب منطق ہے کہ مصنف پر کلام کیا جائے اور اس کی تصنیف صحیح و سالم رہے لیکن بات یہ ہے کہ ابھی صاف کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

کوئی فنِ حدیث کی تحقیر کرتا ہے اور یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ "محدثین کی تصحیح و تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں"، کوئی کہتا ہے: "محدثین بھی آخر انسان تھے، ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے"، کوئی کہتا ہے: "حدیث ظنی ہے"، کوئی کہتا ہے "خبرِ واحد قابلِ حجت نہیں"، کسی کا عقیدہ ہے کہ "مشہور حدیث کا منکر بھی کافر نہیں"، وغیرہ وغیرہ۔

ان سب سے بڑھ کر وہ ہے جو کہتا ہے: "حدیث حجتِ شرعیہ اور

ماخذ دین ہی نہیں"، صحیح احادیث کا مذاق اڑاتا ہے، گھڑی ہوئی احادیث کو صحیح ظاہر کر کے ہمیں الزام دیتا ہے، حدیثوں کے غلط ترجمے کر کے ان کے ساتھ استہزاء کرتا ہے، عوام کو دھوکا دیتا ہے کہ "احادیث ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں" کبھی کہتا ہے کہ "خلفاء راشدین حدیث کے نوشتے جلا دیا کرتے تھے"، ثبوت میں جعلی قصے بیان کرتا ہے اور احادیث کا ترجمہ بجائے افسانوں کے احادیث نبوی کرتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ فلاں حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے حالانکہ وہ صرف فریب ہوتا ہے، حدیث اس کے خودساختہ ترجمہ کے تو خلاف ہوتی ہے، قرآن مجید کے خلاف نہیں ہوتی، کبھی کہتا ہے: احادیث میں تعارض ہے، بجائے تطبیق کے وہ ظاہری اختلاف کو ہوا بنا کر پیش کرتا ہے۔

یہ اور اسی طرح کے دوسرے الزامات اور غلط بیانیاں کر کے منکرینِ حدیث ہی نہیں بلکہ مذہب پرست اور بزعم خود مصلحانِ امت غافل اور علم سے ناآشنا لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ وبا اتنی پھیل چکی ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد میں انکارِ حدیث کے جراثیم سرایت کرتے جا رہے ہیں اور شاید ہی معدودے چند افراد ہوں جن کے ذہن حدیث کی طرف سے بالکل صاف ہوں۔

ہماری نئی نسل خصوصیت کے ساتھ منکرینِ حدیث اور دیگر ملحدین کی پرفریب تصانیف سے بے حد متاثر ہے اور اندیشہ ہے کہ ہماری آئندہ نسلوں میں شاید ہی کوئی حدیث کا ماننے والا ملے۔

یہ صورت حال بے حد خطرناک ہے اور دردمندانِ اسلام کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ افسوس کہ دردمندانِ اسلام کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، جبیں پر شکن تک نہیں آتی، ان کی اکثریت اسلاف کا طریقہ چھوڑ کر تن آسانی میں مبتلا ہے۔ ان کی حیثیت ایک خاموش تماشائی کی

سی ہو کر رہ گئی ہے۔

اے قارئین کرام اور اے دردمندان اسلام، خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیے۔ اس فتنہ کے سدباب کے لئے علمی، عملی اور اجتماعی جدوجہد کیجئے۔ آئندہ نسلوں کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے مدارس قائم کیجئے جہاں ٹھوس تعلیم و تربیت اور معقول اور منقول دلائل کے ذریعہ منکرینِ حدیث اور ملحدین کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع کیا جائے۔

اٹھیئے اور اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے میدان میں کود پڑیئے۔ اگر آپ اب بھی ہوشیار نہیں ہوئے تو نہ حدیث ہوگی اور نہ حدیث کے ماننے والے اور اس کی پوری ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ بتلایئے آپ میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔

سلسلہ اشاعت ۲

احادیث کے متعلق غلط فہمیاں

موجودہ دور میں احادیث کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور ان غلط فہمیوں کی اشاعت بھی ہوتی رہتی ہے۔ غلط فہمیوں کی بنیاد پر احادیث پر طرح طرح کے اعتراض کئے جاتے ہیں اور ان اعتراضات کی بنا پر موجودہ ذخیرۂ احادیث کو ناقابلِ اعتماد بتایا جاتا ہے۔ ان اعتراضات میں سے بعض اعتراض حدیث کے متن پر ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض احادیث کا متن عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا لہٰذا فطری طور پر وہ اس حدیث پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ اعتراض حدیث پر نہیں ہوتا بلکہ اس غلط مفہوم پر ہوتا ہے جو کسی خاص شخص کے ذہن میں آتا ہے، یہ ضرور ہے کہ اس غلط فہمی کی وجہ سے اعتراض کی زد حدیث ہی پر پڑتی

ہے نہ کہ اس شخص کی فہم پر۔ اور عام لوگ اس اعتراض کو سنکر احادیث کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ حدیث کے حجت شرعیہ ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر ذیل میں ہم ایک حدیث نقل کر رہے ہیں جس کا صحیح مفہوم لوگوں نے نہیں سمجھا اور بلا وجہ اس پر اعتراض شروع کر دئے۔ حدیث یہ ہے :-

ابو سلمہؓ کہتے ہیں : "دخلت انا واخو عائشة علی عائشة فسألها اخوها عن غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعت باناء نحو من صاع فاغتسلت وافاضت علی رأسها، بیننا وبینها حجاب "

ایک صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے :-

"میں اور حضرت عائشہؓ کا بھائی حضرت عائشہؓ کے پاس گئے۔ ان کے بھائی نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح غسل فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے پانی سے بھرا ہوا ایک برتن منگوایا جس سے آپ نے غسل کیا اور سر پر بھی پانی ڈالا، درمیان میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا۔"

حدیث مذکور پر اعتراض | معترض صاحب غلط فہمی سے فرماتے ہیں :-

(۱) دو غیر مرد حضرت عائشہؓ کے پاس گئے،

(۲) پردہ اتنا باریک تھا کہ حضرت عائشہؓ کا بدن نظر آ رہا تھا۔ اگر پردہ کو باریک نہ مانا جائے تو پھر حضرت عائشہؓ نے غسل کا طریقہ کیسے بتایا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ دو غیر محرم مردوں نے حضرت عائشہؓ کو برہنہ دیکھا۔

غلط فہمی کا نتیجہ | معترض صاحب غلط فہمی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت عائشہ نہ صرف دو غیر محرم مردوں کے سامنے آئیں بلکہ ان غیر محرم مردوں نے

انہیں برہنہ بھی دیکھا۔ کیا کوئی مسلم اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ دو مردوں کے سامنے برہنہ ہو جائیں۔ لہٰذا یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اور جن کتابوں میں یہ حدیث منقول ہے وہ کتابیں ناقابل اعتماد ہیں۔

غلط فہمی کا ازالہ | اعتراض کی بنیاد لفظ "غُسل" کے غلط ترجمہ پر ہے۔ غُسل کے معنٰی آبِ غسل کے بھی ہوتے ہیں (منتھی الارب فی مجموعۃ لغات العرب) لہٰذا "غسل" کا صحیح ترجمہ اس حدیث میں نہانا نہیں ہے بلکہ نہانے کے پانی کے ہیں اور یہ لفظ پانی کے معنوں میں متعدد جگہ کتب احادیث میں استعمال ہوا ہے مثلاً حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں :-

وَضَعْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُسْلاً (صحیح بخاری) — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی رکھا۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے :- باب الغسل بالصاع ونحوہ یعنی ایک صاع یا اس کے مثل (پانی سے) غسل کرنے کا باب۔

الغرض لغت، امام بخاری کا باب پھر پانی کے معنوں میں اس کا کتب احادیث میں استعمال اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ اس حدیث میں غسل کے معنی "نہانا" نہیں ہیں بلکہ "پانی" ہیں۔ حدیث کا متن بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے :-

ابوسلمہؓ کہتے ہیں: "میں اور حضرت عائشہؓ کا بھائی حضرت عائشہؓ کے پاس گئے۔ حضرت عائشہؓ کے بھائی نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے پانی سے نہاتے تھے۔ (اس سوال پر) انہوں نے تقریباً ایک صاع کے برابر ایک برتن منگایا (اور بتایا کہ اتنے پانی سے نہایا کرتے تھے) پھر (ہمارے تعجب کو دور کرنے کے لئے اتنے ہی

پانی سے) وہ نہائیں حتیٰ کہ سر بھی دھویا (اور جب وہ نہار ہی تھیں تو) ہمارے اور ان کے درمیان پردہ پڑا ہوا تھا۔"

حدیث کا مطلب اب صاف ہوگیا کہ حضرت عائشہؓ پانی کی اس مقدار کو غسل کے لئے کافی ثابت کرنے کے لئے نہائیں نہ کہ غسل کا طریقہ بتلانے کے لئے لہٰذا پردہ کے باریک ہونے اور برہنہ دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ دو شخص جن کو نامحرم سمجھا گیا ہے محرم تھے۔ ایک (یعنی ابو سلمہؓ) حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھانجے تھے اور دوسرے رضاعی بھائی تھے (فتح الباری)

الغرض اس قسم کی متعدد احادیث ہیں جن کو غلط فہمی سے کچھ کا کچھ لیا گیا ہے۔ بعض لوگ بدنیتی سے احادیث کو غلط معنی پہنا کر عوام کو دھوکا دے رہے ہیں اور موجودہ نسل اور آئندہ آنے والی نسلوں کو حدیث کی طرف سے بدظن کرنے کا سامان کر رہے ہیں۔ یہ ایک منظم فتنہ ہے لیکن افسوس کہ اسلام کے خیر خواہ خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، اگر منظم طریقہ پر ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ احادیث کی طرف سے عوام الناس کے ذہن صاف نہ ہوں اور فتنہ مذکورہ کا خاتمہ نہ ہو۔ اس سلسلہ میں جماعت المسلمین حتی الامکان کوشش کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اس کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔

جماعت المسلمین تمام فرقوں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ سب قرآن مجید اور حدیث نبوی پر جو مشترک قدریں جمع ہو جائیں، اپنے کو صرف مسلم کہیں اور دینِ اسلام کے دفاع میں جماعت کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمائیں۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین توریے

اشاعت ۱۷ ص ۱۳ میں ہم نے عرض کیا تھا کہ بعض احادیث پر غلط فہمی کی وجہ سے طرح طرح کے اعتراض کئے جاتے ہیں اور ان اعتراضات کی بنیاد پر پورے ذخیرۂ احادیث کو مشکوک سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ اعتراضات احادیث کا صحیح مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اشاعت ۱۷ میں ہم نے ایک حدیث بیان کرکے اس پر جو اعتراض تھا اس کا جواب دیا تھا۔ اس اشاعت میں ہم ایک اور حدیث بیان کرکے اس پر جو اعتراض ہے اس کو رفع کرتے ہیں۔

اعتراض حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی جھوٹ نہیں بولے سوا تین مرتبہ کے۔ یہ حدیث کبھی صحیح نہیں ہوسکتی اس لئے کہ نبی کبھی جھوٹ نہیں بولتا قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق تھے لہذا یہ حدیث قرآن مجید کے بھی خلاف ہے لہذا اس کے جعلی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اعتراض کا ازالہ اعتراض کی اصل وجہ یہ ہے کہ لفظ "کذب" کا صحیح ترجمہ نہیں کیا گیا۔ کذب عربی میں جھوٹ کو بھی کہتے ہیں، وہم، غلطی اور خطاء کو بھی کہتے ہیں، توریہ اور تعریض کو بھی کہتے ہیں۔ واجب ہونے کو بھی کہتے ہیں

اور اونٹنی کے عاجز ہونے کو بھی کہتے ہیں۔

توریہ کسے کہتے ہیں | توریہ یہ ہے کہ کہنے والا بات تو سچ کہے لیکن کہے اس انداز سے کہ سننے والا اس کا کچھ اور مطلب سمجھے۔

کذب کے معنی توریہ اور تعریض تو خود اس حدیث میں موجود ہیں جس حدیث پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کے متعلق فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں اور پھر اپنی بیوی سے فرمایا کہ روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی مؤمن نہیں ہے (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جز ۴ ص۱۷۱) یعنی میں نے تمہیں بہن اس نیت سے کہا ہے کہ تم میری دینی بہن ہو۔

حضرت سارہ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دینی بہن تھیں۔ انہی معنوں میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بہن کہا تھا لہذا وہ جھوٹ نہیں تھا بلکہ توریہ تھا لہذا حدیث اعتراض سے بالکل پاک ہے۔

حدیث کا صحیح ترجمہ | مندرجہ بالا وضاحت کے بعد حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہوا:
"ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی توریہ نہیں کیا سوا تین توریوں کے"

بتایئے اس ترجمہ پر کیا اعتراض ہے؟ یہ ترجمہ حدیث کے ان الفاظ ہی سے ماخوذ ہے جن الفاظ میں ہے کہ "ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کو دینی بہن ہونے کی نیت سے بہن کہا"

فلسفۂ اخلاق اور جھوٹ | قتل انسانی بہت ہی مذموم فعل ہے لیکن یہی قتل جہاد اور قصاص میں محمود ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتا ہے لہذا قتل کی دو قسمیں ہوئیں: قتل محمود اور قتل مذموم۔ بالکل اسی طرح جھوٹ کی بھی دو قسمیں:

کذب محمود اور کذب مذموم ۔ ایسا جھوٹ جو فتنہ و فساد اور خونریزی کا خاتمہ کرے اس سچ سے یقیناً بہتر ہے جس کے نتیجہ میں فتنہ و فساد پھیل جائے اور ہزاروں انسانوں کی جانیں ضائع ہو جائیں ۔ وہ کونسا فلسفہ اخلاق ہے جو اس جھوٹ کو بُرا کہے ۔ جب حقیقی جھوٹ بھی بعض حالات میں محمود ہو سکتا ہے تو پھر توریہ ایسے حالات میں بدرجۂ اولیٰ محمود ہوگا اور ایسے محمود فعل پر جو اِبطال شرک ، انسداد فساد اور حفاظتِ نفس کے لئے کیا جائے اعتراض لایعنی ہے لہذا حدیث اعتراض سے بالکل پاک ہے ۔

قرآن مجید اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توریے | ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو توریوں کا ذکر تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے ۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے :۔

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ (الانبیاء ۔ ۵۸) — ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے (تمام) بت توڑ ڈالے سوائے بڑے بت کے ۔

قوم نے پوچھا : اے ابراہیم کیا یہ کام تم نے کیا ہے ؟ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :۔

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا (الانبیاء ۔ ۶۳) — نہیں بلکہ یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے ۔

آیت بالا سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ بظاہر یہی ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹ بولے لہذا جو اعتراض حدیث پر کیا جاتا ہے وہ اعتراض قرآن مجید پر بھی ہوگا ۔ اگر حدیث سے یہ ثابت نہ ہوتا کہ وہ حقیقی جھوٹ نہیں تھے تو قرآن مجید پر سے اعتراض دور کرنا بڑا مشکل ہوتا ۔

حقیقت یہ ہے کہ جنہوں نے حدیث کو نظر انداز کیا ان کو قرآن مجید کی آیات کی عجیب و غریب تاویلیں کرنی پڑیں اور وہ بڑی مشکل میں پھنس گئے۔

اس مثال سے واضح ہو گیا کہ حدیث زیر بحث قرآن مجید کے موافق ہے نہ کہ مخالف بلکہ قرآن مجید پر سے اعتراض کو دور کرتی ہے۔

بتوں کو توڑنے کے سلسلہ میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو توریہ کیا اس میں معلوم نہیں ان کی کیا نیت تھی۔ قرآن مجید اور حدیث دونوں خاموش ہیں۔ حدیث سے بس اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ توریہ تھا، حقیقی جھوٹ نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتوں کے توڑنے کے فعل کو بڑے بت کی طرف اس لئے منسوب کیا ہو کہ ان کی شکست و ریخت کا سبب وہی تھا۔ نہ اس کی پوجا ہوتی اور نہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی پوجا کی تردید میں یہ کام انجام دیتے۔ بتوں کا توڑنا بھی شرک توڑ تھا اور بڑے بت کو ثابت چھوڑ کر توڑنے کے فعل کو اسکی طرف منسوب کرنا بھی شرک توڑ تھا۔

دوسرا توریہ مندرجہ ذیل آیت میں بیان ہوا ہے۔

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ (الصّٰفّٰت - ۸۹) ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں بیمار ہوں۔

بیمار ہوتے ہوئے مندر جاکر بتوں کا توڑنا قرین قیاس نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ روحانی طور پر بیمار ہوں۔ اپنی قوم کے غم میں گھلے جا رہے ہوں اور اسی روحانی رنج و غم کو انہوں نے اپنی بیماری قرار دیا ہو اور اس بیماری کو ذہن میں رکھ کر توریہ کیا ہو۔ بہر حال قرآن مجید اس سلسلے میں خاموش ہے کہ توریہ کرتے وقت ان کی کیا نیت تھی بلکہ قرآن مجید تو یہ بھی نہیں بتاتا

کردہ توریہ تھا یا حقیقی جھوٹ۔

الغرض دو توریے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے تھے اور ایک توریہ شوہر ہونے کی وجہ سے رقابت کے خطرات سے بچنے کے لئے تھا اور یہ تینوں توریے محمود تھے۔

معترضین سے ایک سوال | اب ہم ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں کہ جو دیدہ و دانستہ حدیث پر اعتراض کرتے ہیں آخر وہ قرآن مجید پر اعتراض کیوں نہیں کرتے۔ کیا صرف اس لئے کہ پھر وہ غیر مسلمین میں شمار ہوں گے اور بھولے بھالے عوام کو دھوکا نہ دے سکیں گے۔ قرآن مجید کو ماننے کا دعویٰ اور اس کی ستائش صرف اس لئے تو نہیں کہ عوام انہیں اسلام کا خیر خواہ سمجھیں اور دھوکا کھا جائیں حالانکہ جو اعتراض وہ حدیث پر کرتے ہیں ویسا ہی اعتراض قرآن مجید پر بھی ہو سکتا ہے۔ اگر وہ دیانتداری سے حدیث پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ سخت ناانصافی ہے کہ وہ حدیث پر تو اعتراض کریں اور اگر قرآن مجید پر ویسا ہی اعتراض ہو تو اُسے چھپا جائیں۔

انتباہ | نہ قرآن مجید پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ حدیثِ صحیح پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اگرچہ بظاہر اس کے معنیٰ قابل اعتراض ہی کیوں نہ نظر آتے ہوں۔ قرآن مجید یا صحیح حدیث پر جو اعتراض ہو گا وہ غلط فہمی کی وجہ سے ہو گا۔

اللہ تعالیٰ سب کو صحیح فہم عطا فرمائے۔

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۹

قرآن مجید کے ساتھ استہزاء

یہ حقیقت ہے کہ عرصہ دراز سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں معنوی تحریف ہو رہی ہے لیکن موجودہ دور میں معنوی تحریف اپنے عروج پر ہے۔ سُرخ سامراج کے ایجنٹوں کا قرآن مجید کو الہامی کتاب تسلیم نہ کرنا کوئی خلاف توقع بات نہیں لیکن اسلام کا نام لینے والوں نے اسلام کی خیر خواہی کے لبادہ میں قرآن عزیز کو جس طرح بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسلام کے یہ دشمن مختلف بھیس بدل کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ کہیں منکرینِ ختم نبوّت ہیں جو اجرائے نبوّت کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کر کے لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، کہیں منکرینِ حدیث ہیں جو حدیث کے حجتِ شرعیہ نہ ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کر رہے ہیں، کہیں علماء سوء ہیں جو قرآن مجید کی آیات سے بدعات اور شرکیہ عقائد و اعمال کو جائز ہی نہیں مستحسن ثابت کر رہے ہیں لیکن ان تمام فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ پرویزی فتنہ ہے۔ یہ لوگ قرآن مجید کے ان معنوں کو تسلیم نہیں کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے تھے اور جن پر امتِ مسلمہ آج تک عمل پیرا ہے۔ ان کی تحریفات کے چند نمونے اگلے صفحہ پر درج کئے جا رہے ہیں :-

پرویزی ترجمہ	صحیح ترجمہ	آیت
قانون خداوندی سے ہم آہنگی کے ذریعہ نفسیاتی تغیر اور ربوبیت عامہ (انسانیت کے نشو ونما) کے اسباب وذرائع کی فراہمی (مزب حدیث ص۹۵ بحوالہ سلیم کے نام ص۲۱۳)	جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔	(۱) اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ
جب لڑائی کا بگل بجایا جائے گا (مزب حدیث ص۹۸)	جب صور پھونکا جائیگا۔	(۲) فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ
ہم اسے باور ہی نہیں کرتے تھے کہ اس غلط معاشرہ کا انجام جس میں مسکین کی روٹی کا انتظام نہیں ہوتا ہلاکت وبربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہمیں اس پر بالکل ایمان نہیں تھا (مزب حدیث ص۱۰۱ بحوالہ سلیم کے نام ص۲۷۴)	(دوزخی کہیں گے) ہم روز جزا کو جھٹلایا کرتے تھے۔	(۳) کُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ

قرآن عزیز جو اللہ تعالٰے کا کلام ہے اور ہمارے لئے دنیوی اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے اس کی جتنی بھی عزت ہمارے قلوب میں ہو کم ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آیاتِ ربانی کا توہین آمیز استعمال ہمارے ہاں روزمرّہ کا معمول ہے۔ سودی کاروبار کے دفاتر اور ناجائز اشیاء

کی دکانوں کے افتتاح کے موقع پر بھی قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوتی ہے، تعویذ وگنڈے کے طور پر اس کا استعمال عام ہے، ہفتہ وار کسی ایک خاص گھر میں جمع ہو کر ایک ایک سپارہ پڑھنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، علاوہ ازیں ایسی محافل منعقد کی جاتی ہیں جن میں بڑے بڑے ممتاز قاری سنّت کے خلاف قرأت کر کے دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

افسوس کہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور ہم خواب غفلت میں ہیں۔ کیا ہم میں اتنی بھی حمیت نہیں کہ ان فتنوں کا مقابلہ کر کے کتاب عزیز کو اس کا صحیح مقام دیں۔ اگر ہم اپنی آئندہ نسلوں کو ان فتنوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ وقت کے تقاضوں کو پہچانیں۔ اپنی جماعت کو مستحکم اور منظم کریں اور جرأت مومنانہ کے ساتھ ان فتنوں کے خلاف جدوجہد کریں۔ یہ آزمائش کا وقت ہے۔ اگر ہم نے کوتاہی کی تو روزِ قیامت میدانِ محشر میں ہم اللہ تعالےٰ کو کیا جواب دیں گے۔ اٹھیئے اور تمام فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیجئے۔

عیسائی مشنری

ہمارے ملک میں عیسائیت کی تبلیغ عام ہے۔ بڑی کثرت سے لوگ عیسائیت قبول کر رہے ہیں۔ جاہل اور نادار افراد عموماً عیسائیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ عیسائی مشنریوں کے پاس روپیہ کی فراوانی ہے اور اس روپیہ سے وہ جاہل اور مفلس لوگوں کا ایمان خرید رہے ہیں۔ عیسائی مبلغین ایسے لوگوں کی ہر طرح سے امداد کرتے ہیں۔ بیماروں کا علاج اور ان کی تیمارداری کرتے ہیں، ناداروں کو مالی امداد دیتے ہیں، طلبار کو وظیفے دیتے ہیں۔ ان کے اثر و رسوخ کا یہ عالم ہے کہ وہ ہسپتالوں میں جاکر اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ بیمار کیونکہ بے کار ہوتے ہیں لہٰذا دل بہلانے کے لئے اس کا مطالعہ کرتے ہیں اور عیسائیت سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اپنے مدارس اور اسپتال ہیں جو ان کی تبلیغ کے اصل مراکز ہیں۔ ان کی تبلیغ کی کامیابی ان کی مردم شماری سے ہوتی ہے۔ مثلاً ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق دس سال میں ان کی تعداد میں بعض جگہ دوگنا اور بعض جگہ اس سے بھی زیادہ اضافہ ہوا۔ ایک علاقہ میں اگر ۱۹۵۱ء میں وہ سو تھے تو ۱۹۶۱ء میں وہ ۳۷۴ ہوگئے۔ کیا یہ صورت حال تشویشناک نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے تو سوچئے اس کے سدباب کے لئے آپ کیا کر رہے ہیں۔ لادینی، عیسائی، قادیانی اور پرویزی فتنے آپ کے معاشرہ کی دینی فضاء کو مسموم کر رہے ہیں لیکن آپ خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ آپ میں کوئی خاطر خواہ تبلیغی حرکت نظر نہیں آتی۔ آپ

کی اجتماعیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دینی امور جمود اور تعطل کا شکار ہیں۔ اس صورتِ حال سے جو نقصان پہنچ رہا ہے کیا آپ خود اس کے ذمہ دار نہیں ہیں؟ اگر آپ ان فتنوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتے اور اپنی نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت کے بندوبست سے قاصر ہیں تو پھر اس کی تباہی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ کیا آپ روزِ محشر اللہ تعالےٰ کے سامنے اس قصور کا کوئی عذر پیش کر سکیں گے؟

اے اسلام کے خیر خواہو، اٹھیئے، غفلت دور کر کے کچھ دین کی فکر کیجیے۔ دین کی خدمت فرض ہے اور آپ ہیں کہ دین کی خدمت سے غفلت برت رہے ہیں۔ آپ میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو نوافل کو اہمیت دیتے ہیں اور اس فریضہ سے غافل ہیں۔ فرض عبادت ہو یا نفلی عبادت یہ آپ اپنے لئے کر رہے ہیں لیکن یہ بتلایئے کہ آپ اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ صوم و صلوٰۃ کا یہ سلسلہ آپ کے بعد ختم ہو جائے۔ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو پھر دین کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جایئے۔ اپنا مال عیش و طرب کے لئے استعمال نہ کیجیے بلکہ اس کو دین کے تحفظ اور ترقی کے لئے خرچ کیجیے۔ تبلیغی مراکز قائم کیجیے۔ بیت المال قائم کیجیے اور کثیر تعداد میں تبلیغی لٹریچر طبع کرا کے اسپتالوں، اسکولوں اور کالجوں میں تقسیم کیجیے۔ ایسے مدارس قائم کیجیے جہاں دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو۔ قرآن مجید اور حدیث نبوی کی ٹھوس تعلیم کا بندوبست کیجیے۔ اگر آپ نے اب بھی اپنا نظریہ نہ بدلا، اگر اب بھی آپ خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو ڈر ہے کہ تھوڑا بہت جو دین باقی ہے کہیں یہ بھی فتنوں کی نذر نہ ہو جائے۔

② فِتنوں کا سدّباب

سلسلۂ اشاعت ۱۵

لمحۂ فکریہ

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ دین پر کیسی کیسی آفتیں منڈلا رہی ہیں، کون کون سی قوتیں اور کیسے کیسے فتنے اس کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اسلام کو فنا کرنے کے لئے کس کس قسم کی سازشیں کی جا رہی ہیں، کس کس طرح سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کی جا رہی ہیں، نئی نسل کس طرح الٹے پاؤں ضلالت کی طرف واپس جا رہی ہے، وہ کونسی جماعتیں ہیں جو اسلام کا نام لے کر اندرونی طور پر اسلام کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ گذشتہ صفحات میں ہم چند فتنوں کا ذکر کر چکے ہیں، کیا آپ نے کبھی ان فتنوں کی سرکوبی کے متعلق کچھ سوچا ہے۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ ہمارے ہاں صف اوّل کے علماء کیوں نہیں پیدا ہو رہے، کیوں ہمارے دینی مدارس بے رونق ہیں، ہم گمراہی اور بدعات کی طرف کیوں کشاں کشاں چلے جا رہے ہیں، کیا وجہ ہے کہ شر کے جراثیم ہم میں سرایت کرتے جا رہے ہیں، سنّت کے موقف پر ہمارے قدم کیوں ڈگمگا رہے ہیں، کیا وجہ ہے کہ ہم غیر شعوری طور پر سنّت کی تحقیر کے مرتکب ہو رہے، کس طرح قرآن مجید اور احادیث مبارکہ پر حاشیہ آرائی کر کے شریعت میں تحریف کی جا رہی ہے اور ہم خاموش ہیں۔

کیا آپ نے ان اسباب کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جن کی وجہ سے موجودہ معاشرے میں ہم بے ادب اور غیر مہذب سمجھے جا رہے ہیں، کیا یہ سوال بھی کبھی آپ کے ذہن میں ابھرا کہ ہم ایک دین کے پیرو ہونے کے باوجود کیوں آپس میں دست بگریباں ہیں، کیوں ہم اپنی صفوں کو چھوڑ کر دوسری غیر اسلامی تحریکوں کے علمبردار بننے میں فخر محسوس کرتے ہیں، دوسروں کی پُر فریب تحریکیں آخر کیوں ہم کو اور ہمارے نوجوان طبقے کو اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو رہی ہیں، آخر وہ وقت کب آئے گا کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہوں گے کب ہماری مہر خموشی ٹوٹے گی، کب ہم کو احساس کمتری سے نجات ملے گی، جو حق ہمارے پاس ہے کب اس کی شمع فروزاں ہوگی۔

لِلّٰہ اپنے مقام کو پہچانیئے۔ آپ حق کے علمبردار ہیں، قیادت اور امامت آپ ہی کا حق ہے۔ اس مقام کو حاصل کیجئے اور دین کا پرچم بلند کیجئے۔

اگر آپ کو اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا ہے تو آپ کو بہت کچھ کرنا ہوگا۔ پہلے اپنی اصلاح کرنی ہوگی، پھر دوسروں کی رہنمائی کرنی ہوگی، نئی نسل کو کافرانہ اور ملحدانہ عقائد و افکار سے بچانا ہوگا۔ یاد رکھیئے اب بھی وقت ہے، اپنا فرض پہچانتے ہوئے میدان عمل میں نکل آیئے ورنہ مستقبل کے شب و روز بڑے مایوس کن نظر آتے ہیں۔ اس وقت عملی قدم نہیں اٹھایا گیا تو پھر اس کے نتیجہ میں جو زبردست دینی نقصان ہوگا اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ سوچیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ روزِ محشر اللہ تعالٰے کے دربار میں آپ کا کوئی عذر قبول نہ ہو۔

اٹھیئے، فرقہ بندی ختم کیجئے، فرقہ وارانہ نام اور فرقہ وارانہ مذاہب ختم کیجئے، ایک مرکز پر جمع ہو جایئے، صرف قرآن مجید اور احادیث نبوی

پر عمل کیجئے۔ اسلام انہی دو چیزوں میں مکمل ہوا تھا اور انہی دو چیزوں میں ملے گا۔ تیسری چیز کی جستجو نہ کیجئے، فتوے، قیاسات اور اجتہادات اسلام نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے ہو کر انسانوں کے بندے نہ بنیئے، ہر کام میں توحید کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور اسے کسی حالت میں نہ چھوڑیئے۔

سلسلہ اشاعت ۱۸

خدمتِ خلق

موجودہ دور میں مختلف نظامہائے معیشت کو آزما کر اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ انسانیت کی دنیوی فلاح و بہبود کے لئے کوئی بہتر سے بہتر نظام دریافت کیا جائے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جو معاشی نظام دیا ہے وہ حقیقتاً انسان کے لئے دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کا ضامن ہے کیونکہ جس شفقت، رحم و کرم، دردمندی اور غمگساری کی تعلیم اسلام دیتا ہے کوئی دوسرا مذہب یا نظریہ نہیں دیتا۔ ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اپنے معاشرہ کے بے کس اور لاچار افراد کا سہارا بنے، بھوکوں کو کھانا کھلائے، ناداروں کو کپڑے پہنائے اور ان کی دوسری ضروریات کو پورا کرنے کی حتی الوسع کوشش کرے۔ کوئی مسلم اپنے بھائی کو قرض کے بارِ گراں کے نیچے دبا ہوا نہیں دیکھ سکتا، وہ کسی مریض، بیوہ اور یتیم کو مصائب و آلام کے حوالہ نہیں ہونے دیتا، وہ انسانی جذبہ سے سرشار ہو کر اپنی جان و مال معاشرہ کے ضرورت مند افراد پر قربان کر دیتا ہے۔ یہی وہ جذبۂ ایمانی ہے جو ایک مسلم کے قلب میں موجزن ہوتا ہے اور جو معاشرہ

کو راحت و چین کا گہوارہ بنا دیتا ہے لیکن جو چیز اس جذبہ کی محرک ہے وہ ہے رضائے الٰہی کی تلاش و جستجو۔ ایک مسلم اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے سب کچھ قربان کر دیتا ہے اور یہی وہ محرک ہے جو مسلم کو خدمت خلق کے لئے ابھارتا ہے۔ کتنا حسین ہے یہ محرک جو مسلم کو بے لوث خدمتِ خلق کے لئے برانگیختہ کرتا ہے۔

اب ذرا اپنے گرد و پیش نظر ڈالیئے۔ دیکھئے آپ کے معاشرہ کی کیا کیفیت ہے۔ کیا اس معاشرہ میں مفلس و نادار لوگوں کی فراوانی نہیں ہے، کیا آپ کے درمیان ایسے لوگ نہیں ہیں جو آدھا پیٹ بھر کر رات بسر کرتے ہیں، کیا ایسے لوگ نہیں ہیں جو سردی کا موسم ٹھٹھرتے ہوئے گذارتے ہیں، کیا ایسے مریض نہیں ہیں جو علاج کی سہولت نہ ہونے کی بنا پر دائمی تکلیف میں مبتلا ہیں، کیا ایسی بیوائیں اور یتیم نہیں ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں ہے، کیا ایسے لوگوں کی کمی ہے جن کی جوان لڑکیاں صرف اس لئے شادی سے محروم ہیں کہ ان کے والدین کے ہاتھ خالی ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟ معاشرہ کی اس ابتری کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنے ضمیر سے فیصلہ طلب کریں تو بلا شبہ اس تمام خرابی کی فرد جرم خود آپ پر عائد ہوگی۔ آپ نے اسوۂ محمدی کو بالائے طاق رکھ دیا، صحابۂ کرام کی ہمدردی، سخاوت اور اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی جیسے اعلیٰ صفات آپ میں باقی نہیں رہے۔ آپ دنیوی لذتوں، عیش و طرب اور لہو و لعب کے خوگر ہو گئے۔ آپ نے اپنا روپیہ سامانِ عیش و نشاط، کھیل کود اور غیر ضروری تفریحات پر بہانا شروع کر دیا اور " اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا "[۱] کا مصداق بن گئے، آپ نے مندرجہ ذیل آیتوں کو بھلا دیا:۔

---

[۱] ترجمہ:۔ (انسان فخریہ کہتا ہے) میں نے خوب مال اڑایا (لَآ اُقسم ۔ ۶)

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَمَآ اَدْرٰلكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ○ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ○ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ○

(لَآ اُقْسِم - ۱۱ تا ۱۸)

(افسوس انسان) گھاٹی کو پار نہ کرسکا اور تمہیں معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے۔ (گھاٹی یہ ہے) : گردن کا آزاد کرانا (یعنی غلام کا آزاد کرانا یا مقروض کا قرض ادا کرنا)۔ فاقہ کے دن رشتہ دار یتیم یا مسکین خاک نشین کو کھانا کھلانا، پھر اس کا ایمان والوں میں سے ہونا، ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا اور (خلق پر) رحم و کرم کرنے کی ترغیب دینا، (جو لوگ ان صفات کے حامل ہوں) یہی تو سیدھے ہاتھ والے (یعنی جنتی) ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جنتی ہونے کے لئے ان دشوار کاموں کا کرنا ضروری ہے یعنی قرض دار کو قرضہ سے یا غلام کو غلامی سے آزاد کرانا، بھوکے رشتہ دار یتیموں اور خاک نشین مسکینوں کو کھانا کھلانا، ایمان لانا اور ایک دوسرے کو صبر و استقامت اور خلق الٰہی پر شفقت و مہربانی کرنے کی وصیت کرنا۔

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات بھی بھلا دئے جن میں آپؐ نے فرمایا تھا "جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے، جو شخص کسی مسلم سے کسی مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ اس سے قیامت کے دن ایک مصیبت کو دور کردیگا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) قرآن عظیم اور احادیث مقدسہ میں خدمت خلق کی فضیلت بار بار بیان کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خود کو اپنے بھائی کی خدمت میں لگا دے اللہ تعالےٰ اس کا کفیل بن جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ — اللہ اُس بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جو
الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ (صحیح مسلم) — بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

عموماً نادار اور مفلس لوگ ہی فتنوں کا شکار ہوتے ہیں۔ روٹی اور کپڑے کی خاطر وہ اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں۔ وہ اُس جماعت کی طرف رُخ کرتے ہیں جہاں انہیں رحم وکرم ہمدردی اور غمگساری نظر آتی ہے۔ اگر آپ اپنے بھائیوں کو فتنوں اور ایمان فروشی سے بچانا چاہتے ہیں تو آپ کو ان کی معاشی خبرگیری کماحقہ کرنی ہوگی، خود کو خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار کرنا ہوگا اور عملاً ایسا نقشہ پیش کرنا ہوگا کہ آپ کے بھائی دوسرے دلفریب نظاموں، باطل مذہبوں اور فرقہ وارانہ مسلکوں سے بچ سکیں۔ اگر آپ کے بھائی آپ سے شفقت، محبت اور ہمدردی پائیں گے تو وہ آپ کو چھوڑ کر دوسری طرف کا رُخ بھی نہیں کریں گے۔ آپ کی جماعت مستحکم رہے گی، دوسری جماعتوں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، فتنے دم توڑ دیں گے اور آپ کا معاشرہ اتنا دلکش بن جائے گا کہ اپنے تو اپنے دوسرے بھی اس طرف کھچے چلے آئیں گے۔ آپ کمزوروں و ناداروں پر رحم کریں گے، اللہ تعالےٰ آپ پر رحم فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ، — رحم کرنے والوں پر ہی رحمٰن رحم کرتا ہے۔
اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ (رواہ الترمذی وسندہ صحیح) — (اے لوگو) تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ (صحیح بخاری کتاب الادب جزء ۸ صفحہ ۹) — جو (لوگوں پر) رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

وقت کا اہم تقاضا

اسلامی معاشرہ کے انحطاط نے جو نقصانات ہماری قوم کو پہنچائے ہیں ان کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سب سے بڑا نقصان دینی اور دنیوی تعلیم کے مدارس کی علیحدگی سے پہنچا ہے۔ دینی تعلیم مدارس دینیہ میں اور دنیوی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں علیحدہ علیحدہ دی جا رہی ہے۔ دینی مدارس کے طلباء دنیوی علوم اور مسائل حاضرہ سے ناواقف رہتے ہیں اور عملی دنیا میں عموماً ناکام ہو جاتے ہیں۔ اسکولوں اور کالجوں کے طلباء دینی علم سے نابلد اور اسلام سے دور ہو کر الحاد اور بے دینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلباء کو باوقار اور معقول ذریعہ معاش حاصل کرنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مزید برآں وہ مادی ترقی سے متاثر اور جدید دور کے مسائل میں گرفتار انسانوں کو اسلام کی برتری کا قائل نہیں کر سکتے۔

اسکول اور کالج دین کو بگاڑنے اور غلط عقائد پھیلانے کا مرکز بنتے چلے جا رہے ہیں۔ اول تو نصاب ہی ایسا ہے کہ اس سے طلباء صحیح اسلامی عقائد و افکار حاصل نہیں کر سکتے، دوسرے یہ کہ اکثر اساتذہ اسلام کے خلاف نظریات مثلاً پرویزیت، قادیانیت، اشتراکیت اور الحاد کی طرف مائل ہوتے ہیں اور طلباء کے ذہنوں پر اپنے نظریات کا گہرا اثر ڈالتے ہیں،

تیسرے یہ کہ ان مدارس کے دارالمطالعے ایسی کتابیں مہیا کرتے ہیں جو طلباء کے ذہنوں میں دین سے نفرت کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔ ان کے مطالعہ میں اسلام کی وہ تاریخ آتی ہے جو دشمنانِ اسلام نے لکھی ہے۔ وہ تاریخی حقائق کے پرفریب تعرذں سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور ان کتب تاریخ کے مندرجات کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں۔ صحابۂ کرام کے متعلق جو مذموم مواد ان کتب تاریخ میں ہوتا ہے اس کو پڑھ کر وہ صحابہ کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ انہیں یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی صحابۂ کرام کی تعریف سے مملو ہیں لہٰذا یہ تاریخی واقعات سراسر جعلی اور فرضی ہیں اور انہیں یہ جرأت ہو بھی کیسے جبکہ وہ قرآن مجید اور احادیث نبوی سے قطعاً ناواقف ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ موجودہ تعلیمی نظام ہر اعتبار سے [illegible] اور نقصان دہ ہے۔ الحاد پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ تبلیغی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ایسے حالات میں کیا امید کی جا سکتی ہے کہ آئندہ نسلوں میں اسلام باقی رہے گا۔

اٹھئیے۔ ایسی درس گاہیں قائم کیجئے جہاں فرقہ واریت سے دور رہتے ہوئے خالص اسلامی فضا میں دینی اور دنیوی دونوں علوم پڑھائے جائیں۔ دینی تربیت اور اسلامی اخلاق و آداب سکھانے پر پورا زور دیا جائے۔ طلباء کو نہ صرف قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی تعلیم دی جائے بلکہ اسلام کے خلاف جو فتنے اٹھ رہے ہیں یا پہلے سے موجود ہیں ان کے خلاف ٹھوس دلائل بھی ذہن نشین کئے جائیں تاکہ وہ خود بھی گمراہی سے بچ سکیں اور دوسروں کو بھی گمراہی سے بچا سکیں۔ ایسے مدارس کا قیام وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اٹھئیے، ایسے مدارس کے قیام کے لئے

پُرخلوص جدوجہد کیجیے اور اپنی اولاد کو بے دینی سے بچانے کا سامان کیجیے۔ اگر اللہ نخواستہ آپ نے بے اعتنائی کی اور اس منصوبہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو آئندہ نسلوں کے الحاد، کفر و شرک کی ذمہ داری کس پہ ہوگی، کیا آپ میدانِ محشر میں صحیح جواب دے کر سرخرو ہو سکیں گے۔

دینی اور دُنیوی تعلیم کا امتزاج

سلسلہ اشاعت ۱۲

قوموں کی زندگی میں تعلیم کی حیرت انگیز انقلابی قوت و اہمیت کسی شرح کی محتاج نہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی ملک و ملت کا تعلیمی نظام اُس ملک و ملت کے نظامِ حیات کا عکس و پرتو ہوتا ہے۔ اگر ہم نظامِ زندگی کو صحیح اسلامی قدر کے مطابق قائم کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں نظامِ تعلیم کو اسلامی نظریات کی روشنی میں از سرِ نو مرتب کرنا ہوگا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کے عروج و زوال میں نظامِ تعلیم و تربیت سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ وہی قومیں مائل بہ عروج ہوتی ہیں جن کا نظامِ تعلیم و تربیت ان اقوام کے نظریۂ حیات کا مکمل پرتو ہوتا ہے اور وہ قومیں مائل بہ زوال ہوتی ہیں جن کا نظامِ تعلیم و تربیت غلامانہ ذہنیت کا حامل، اُن کے نظریۂ حیات کے خلاف اور دوسری قوموں کی کورانہ تقلید اور نقالی پر مبنی ہوتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک ہم نے اپنا نظامِ تعلیم و تربیت اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق رکھا اُس وقت تک ہم دنیا کی سب سے اعلیٰ اور برتر

قوم تھے۔ ہم نے ہر قسم کی ترقی کی، مادّی بھی، فنّی بھی اور سائنسی بھی مگر جب ہمارے نظامِ تعلیم و تربیت میں قرآن مجید اور احادیث نبوی کی جگہ علوم عقلیہ اور غیر اقوام کی کورانہ نقالی نے لے لی تو ہم پر ظلمت و ادبار کی گھٹائیں چھا گئیں اور ہم مائل بہ زوال ہو گئے۔

موجودہ نظام تعلیم و تربیت کا مقصد محض نوکر شاہی ذہنیت کو کو پیدا کرنا ہے۔ اب تعلیم کا مقصد عموماً ملازمت کے سوا اور کچھ نہیں رہا۔ دین اور دنیا کے درمیان ایک عظیم دیوار حائل کر دی گئی ہے۔ دینی تعلیم صرف رسمی رہ گئی اور دنیوی تعلیم محض دنیا پرستی رہ گئی۔ دنیوی مدارس میں ایسا نظام تعلیم رائج کیا گیا جس نے طلبا کو دین سے دور کر دیا، طلباء دین سے بے بہرہ ہو گئے اور دین کی مخالفت کرنے لگے۔ دینی مدارس کے طلباء میں احساسِ کمتری پیدا ہو گیا اور وہ اپنا وقار قائم نہ رکھ سکے۔ الحاد پھیلتا چلا گیا اور نئی نسلیں اسلام سے دور ہوتی چلی گئیں۔

اس فتنہ کے انسداد کے لئے ہونا یہ چاہیئے کہ ایسی درسگاہیں قائم ہوں جن میں دینی اور دنیوی علوم کو ایک جگہ کیا جائے۔ بچوں کو ابتداء ہی سے دینی و دنیوی تعلیم پورے احساس و شعور کے ساتھ اس طرح دی جائے کہ ان کو ایک طرف اپنے دینِ اسلام اور اس کے تقاضوں سے پوری طرح واقفیت ہو اور وہ عملی مسلم بنیں تو دوسری طرف وہ دورِ جدید کے علوم و فنون سے کماحقہ واقف ہو کر دنیا کے ہر میدان میں تمام اقوام عالم پر برتری حاصل کریں۔

مکمّل اِسلامی معاشرہ کا قیام

مکمل اسلامی معاشرہ کے قیام کے سلسلہ میں بہت سی رکاوٹیں ہیں مثلاً عوام الناس کا دنیا اور دنیوی ساز و سامان کی طرف رجحان، دنیا کو آخرت پر ترجیح، فکرِ آخرت کا فقدان، فتنوں کی فراوانی۔ الا من شاء اللہ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، دنیا کمانے کی ہوس نے ان کو ایسا غافل کر دیا ہے کہ انہیں دین کے لئے کچھ کرنے کا ہوش ہی نہیں اور جن کو تھوڑا بہت ہوش ہے بھی تو وہ وقت نہیں دے سکتے۔ وقت دیتے بھی ہیں تو نوافل اور فضائل میں، مسائل اور فرائض کی کوئی پرواہ نہیں۔ فرائض سے صرفِ نظر کر کے انہوں نے نوافل اور فضائل میں اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کر دیا ہے اور اپنی اس غفلت سے یہ لوگ اسلام کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ موجودہ معاشرہ ہی نہیں بگڑ رہا بلکہ آئندہ آنے والا معاشرہ بھی اسی بگڑی ہوئی حالت پر استوار ہوگا۔ اُس کے ذمہ دار یہی لوگ ہوں گے جو اس وقت معاشرہ میں موجود ہیں۔ یہ لوگ اپنے فرائض کو نہیں پہچانتے۔ آئندہ آنے والی نسل کی نشو و نما کے لئے اسلامی ماحول پیدا کرنا ان پر فرض ہے۔ قرآن مجید کی معنوی تحریف اور احادیث نبویہ کے انکار سے جو الحاد پھیل رہا ہے اس کی سرکوبی کے لئے جدو جہد کرنا ان کا فرض ہے۔ احادیث نبویہ پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کا ازالہ انکا فرض ہے لیکن یہ اپنے فرائض سے بالکل غافل ہیں اور جب انہیں اس خطرناک

فتنہ کا احساس دلایا جائے تو اس کو کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اس وقت جو تھوڑی بہت ایمان کی چنگاری نظر آ رہی ہے اندیشہ ہے کہیں یہ بھی نہ بجھ جائے۔

جماعت المسلمین نے عوام الناس کو ہوشیار کرنے اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے جدوجہد شروع کی، پمفلٹ شائع کئے۔ ہفتہ وار، ماہانہ و سہ ماہی یک روزہ و دو روزہ اجتماعات کئے لیکن عوام الناس نے ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ اجتماعات تقریباً سونے رہے۔ یہ صورتحال دیکھ کر جماعت المسلمین نے فیصلہ کیا کہ موجودہ معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ کوئی ایسی ٹھوس تدبیر کرنی چاہیئے جس سے کم از کم مستقبل میں تو معاشرہ اسلامی خطوط پر تشکیل پا سکے۔ یہ ٹھوس کام ایسے مدارس کا قیام ہے جہاں نونہالان قوم کو خالص اسلامی ماحول میں تعلیم دی جائے۔ ان کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ آئندہ صحیح معنوں میں مسلم بن کر اسلام کی صحیح خدمت انجام دے سکیں۔

جماعت المسلمین جب اس فیصلہ پر پہنچی تو اس کے سامنے دو قسم کے مدارس تھے۔ دینی اور دنیوی۔ دینی مدارس کی طرف رغبت بہت کم۔ ان مدارس کے حصہ میں عموماً کند ذہن اور وقت گزارنے والے طلباء آتے ہیں۔ وہ نہ صحیح معنیٰ میں عالم بنتے ہیں اور نہ محقق۔ جب وہ سند لے کر نکلتے ہیں تو ان کے پاس روزی کمانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ دنیوی علوم سے قطعاً بے بہرہ۔ موجودہ معاشرہ میں نہ ان کا کوئی وقار ہوتا ہے اور نہ عزت۔

دنیوی مدارس کا حال کس سے پوشیدہ ہے۔ غیر اسلامی ماحول، غیر اسلامی تربیت، ثقافت اور فنون لطیفہ کے نام سے ہر غیر اسلامی چیز کو

اسلامی بنا کر ان کے ذہنوں کو مسموم کیا جاتا ہے۔ الحاد اور انکارِ حدیث کے جراثیم ان کے ذہنوں میں داخل کئے جاتے ہیں۔ اسلامی علوم سے قطعًا نا آشنا، اسلامی اخلاق اور عمل سے قطعًا بے بہرہ، احساس کمتری کا شکار، کیا ایسے طلباء آگے چل کر اسلام کے کام آسکتے ہیں۔

غرض یہ کہ دونوں قسم کے مدارس میں اسلامی جذبہ کا تقریبًا فقدان ہے۔ محض رسمی تقاریب اور محافل و مجالس بس ان کا دین ہے۔ جلوس اور جلسے بس ان کا عمل ہے۔ اسلام پر عمل کرنے کا عزم نہ بانیانِ محفل میں پایا جاتا ہے اور نہ حاضرینِ محفل میں۔

الغرض دونوں قسم کے مدارس میں اسلام کی حقانیت کا سکہ نہیں بٹھایا جاتا۔ دینی مدارس میں فرقہ واریت نے جڑ پکڑ رکھی ہے اور دنیوی مدارس میں الحاد کے جراثیم کی ایسی زبردست پرورش ہے کہ الامان الحفیظ۔ اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں وہ رکاوٹیں جن کا ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے اہم مزدرہیں لیکن سب سے بڑی رکاوٹ ہمارا ناقص و فرسودہ نظام تعلیم ہے۔ جماعت المسلمین نے فیصلہ کیا کہ اس ناقص اور فرسودہ نظامِ تعلیم کی جگہ ایسا نظامِ تعلیم نافذ کرے جس میں دین و دنیا کا حسین امتزاج ہو۔ جماعت المسلمین اس سلسلہ میں جدوجہد کر رہی ہے۔

سلسلۂ اشاعت نمبر ۳۶

اسلامی معاشرہ کا قیام اور جماعت المسلمین کا تعلیمی منصوبہ

"مکمل اسلامی معاشرہ کیسے قائم ہو؟" یہ ایک سوال ہے جو ہر مسلم کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے خصوصاً ایسے ناساز گار حالات میں کہ خود اسلام پر ایمان رکھنے والے اسلامی ضابطۂ حیات کی بندشوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ شرابی شراب چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، سرمایہ دار سودی کاروبار چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ نیم عریاں رقص و سرود کی محفلوں سے لطف اٹھانے والے کب چاہتے ہیں کہ ان کی لطف اندوزیوں پر پابندی لگائی جائے۔ عیاشی، فحاشی، استحصال اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے کب چاہتے ہیں کہ ان چیزوں کو ختم کیا جائے۔ علماء کی اکثریت کا حال بھی عوام سے مختلف نہیں۔ دنیا کی دوڑ میں وہ بھی اب کسی سے پیچھے رہنا نہیں چاہتے۔ اتباع قرآن مجید اور سنت نبوی پر دھواں دھار تقریر کرنے والے خود عمل بالقرآن المجید اور اتباع سنت سے عاری ہیں۔ ان کا حال ان کے قال سے یکسر مختلف ہے۔ ان کے ظاہر پر اسلام کا ملمع تو ضرور ہے لیکن باطن اسلام کی روح سے خالی ہے، آپس میں ایک دوسرے سے دست بگریباں اور ہم چنیں دیگرے نیست کا مصداق ہیں۔ ان کے اہل و عیال، ان کی خانگی زندگی، ان کا گھر بار، ان کے زیر دست اسلام کے عقائد و اعمال سے بے خبر

ہی نہیں بلکہ غیر اسلامی معاشرہ کی تشکیل و ترقی میں ممد و معاون ہیں۔ بد اخلاقی اُن کا شیوہ، خدمتِ خلق سے انہیں گریز، اپنی آمدنی اور عقیدتمندوں کی عقیدت کو برقرار رکھنے کے لئے غیر اسلامی اور شرک آمیز فتوے دینا ان کا روزمرّہ کا معمول۔ ان حالات میں معاشرہ کی اصلاح کون کرے۔ کیا ایسے مبلغ جو ایک ایک تقریر کے پانچ پانچ سو، ایک ایک ہزار روپیہ لیتے ہوں، جن کی خواہش یہ ہو کہ عمدہ کھانے اور جملہ راحت کے سامان انہیں پیش کئے جائیں تبلیغ کا حق ادا کرسکتے ہیں؟ کیا ایسے علماء، جو کسی سرمایہ دار کے دست نگر ہوں حق گوئی اور بے باکی کے زیور سے آراستہ ہو سکتے ہیں نہیں، ہرگز نہیں تو پھر ظاہر ہے کہ اسلامی معاشرہ کا برپا کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ جن بچوں کی گھٹی میں غیر اسلامی دستورِ حیات کی آمیزش ہو گیا وہ بڑے ہو کر اسلام کے سپاہی بن سکتے ہیں۔ الغرض: موجودہ نسل اسلام کو نافذ کرنا چاہتی ہے اور نہ آئندہ آنے والی نسل سے اس قسم کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ ان حالات میں کسی وقت اور کسی زمانہ میں بھی مکمل اسلامی معاشرہ کے قیام کی توقع رکھنا خوش فہمی سے زیادہ نہیں۔ اگر حکومتِ وقت ڈنڈے کے زور سے یہ کام کرنا بھی چاہے تو اس کی مثال اس قلعہ جیسی ہوگی جو ریت پر بنایا گیا ہو، کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ غیر اسلامی انقلاب کی آندھی کسی وقت بھی اس قلعہ کو نیست و نابود کر دے۔

پائدار اسلامی معاشرہ کا قیام اسی وقت ممکن ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد کا نہیں تو کم از کم اکثریت کا ذہن بدلا جائے، اللہ تعالٰی کا خوف پیدا کیا جائے اور محشر کا خوفناک منظر پیش نظر رکھ کر فکرِ آخرت کا بیج بویا جائے لیکن آخر یہ کام کرے کون؟ کسی خفتہ قوم کو جگانا نہیں ہے بلکہ مردہ قوم

کو زندہ کرنا ہے ۔ یہ کام اتنا مشکل ہے کہ کامیابی دور دور تک نظر نہیں آتی ۔ ایسی صورت میں ہم اگر کچھ کر سکتے ہیں تو یہ کر سکتے ہیں کہ آئندہ آنے والی نسل کو سنبھالیں اور ان میں صحیح اسلامی ذہن اور جذبۂ ایثار و قربانی پیدا کریں ۔ یہ کام مدارس ہی سے ہو سکتا ہے لیکن موجودہ مدارس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی ۔ دینی مدارس بے رونق ہیں اور صحیح اسلامی جذبہ سے عاری ہیں ، دنیوی مدارس بارونق ہیں لیکن اسلام سے کوسوں دور ۔

جماعت المسلمین نے اس خرابی کو دور کرنے کا عزم کیا ہے ۔ دینی اور دنیوی علوم کو یکجا پڑھانے کا منصوبہ بنا لیا ہے ۔ جماعت المسلمین کے تعلیمی منصوبہ کا خاکہ مختصراً درج ذیل ہے :-

(۱) دینی و دنیوی علوم کا امتزاج یعنی اس طرح تعلیم دینا کہ ہر بچہ بیک وقت عالم دین بھی بنے ، دین پر عمل بھی کرتا ہو اور دنیوی علوم و فنون میں بھی یونیورسٹیوں کی کسی نہ کسی ڈگری کا حامل ہو ،

(۲) دوران تعلیم بچوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت پیدا کرنا ، بار بار قیامت کا تصور پیدا کرنا ، اسلامی نظام کی برتری کا مدلل و معقول ثبوت مہیا کرنا ، قرآن مجید اور احادیث نبویہ پر ہونے والے تمام اعتراضات کا جواب ان کے ذہن نشین کرنا ،

(۳) اسلامی آداب کی عملی تربیت دینا ،

(۴) فرقہ وارانہ مذاہب سے ہوشیار کرنا اور دلائل سے ثابت کرنا کہ یہ مذاہب دین اسلام نہیں ہیں ،

(۵) دوران تعلیم ذہن کو تیز کرنے کے لئے مختلف قسم کے سوال کرنا ۔ امتحانات میں پہلی جماعت سے لے کر آخری جماعت (مثلاً ایم اے ، پی ایچ ، ڈی

وغیرہ) تک زبانی امتحان لینا اور ذہنی سوال کرنا ،

(۶) ایسے جسمانی اور ورزشی کھیلوں کا اہتمام کرنا جن میں تضیعِ اوقات نہ ہو اور

(۷) فنون جنگ سے واقفیت پیدا کرنا ۔

سلسلہ اشاعت ۶

جماعتُ المُسلِمین کا تعلیمی منصُوبہ

جب کسی قوم پر جمود طاری ہوتا ہے اور تقلید اور نقالی کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جاتی ہیں تو پھر وہ قوم دن بدن پستی کی طرف جاتی ہے ۔

جمود کیوں طاری ہوتا ہے ؟ تقلید اور نقّالی کیوں آتی ہے ؟ اگر اس مسئلہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا اصلی سبب ناقص نظام تعلیم ہے ۔ موجودہ مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے ہماری آئندہ آنے والی نسل دین ، اسلامی اخلاق اور احساس برتری سے بے بہرہ ہوتی چلی جارہی ہے ۔ تجدد ، الحاد اور انکارِ حدیث کے فتنے پوری قوت اور خوشنما فریب کے ساتھ اس کمزور نسل پر حملہ آور ہو رہے ہیں جس کا نتیجہ سوائے دین سے نفرت کے اور کیا ہو سکتا ہے ۔ دینی مدارس اس لئے خالی ہیں کہ وہاں مادّی کشش نہیں ہے اور جو بھولے بھٹکے ان مدارس میں داخلہ لیتے ہیں ان کے ذہن کی جلا کی کوئی تدبیر اختیار نہیں کی جاتی اور نہ ان کو جدید علوم و تحقیقات سے روشناس کرایا جاتا ہے ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب یہ طبقہ ان دینی مدارس سے فارغ ہو کر نکلتا ہے تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا ۔ یہ طبقہ نہ تو دورِ حاضر کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ثابت ہوتا ہے

اور نہ ان اعتراضات کو دفع کر سکتا ہے جو آئے دن اسلام پر ہوتے رہتے ہیں۔ ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے جماعت المسلمین نے اپنا تعلیمی منصوبہ مرتب کیا۔ اس منصوبہ کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم کی تعلیم بھی دی جائے۔ تعلیم بہت ٹھوس اور معیاری ہو۔ جو طالب علم اس مجوزہ تعلیمی نصاب کی تکمیل کے بعد مدرسے سے نکلے تو وہ بیک وقت بالغ صحیح العقیدہ اور بالغ نظر عالم دین بھی ہو اور یونیورسٹی کی ڈگری کا حامل بھی ہو۔ وہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی قابلیت رکھتا ہو۔ کسی کا محتاج اور دست نگر نہ ہو تاکہ بے باکی کے ساتھ حق بیان کر سکے۔

جماعت المسلمین کا ابتدائی تربیتی منصوبہ

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۵

جماعت المسلمین کے تعلیمی منصوبہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مختصراً ہم پھر اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جماعت المسلمین کا تعلیمی منصوبہ یہ ہے کہ ایسے اسکول اور کالج قائم کیے جائیں جن میں دینی اور دنیوی علوم کا حسین و دلکش امتزاج ہو، جن میں اسلامی تہذیب کی ٹھوس عملی تربیت دی جائے، طلباء کے مزاج کو خالص اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے اور ان کے ذہنوں میں اسلام کی برتری کا ایسا سکہ بٹھایا جائے کہ جب وہ ایسے مدارس سے فارغ ہو کر نکلیں تو اسلام کی روشنی میں معاشرہ کی بہترین طریقہ سے اصلاح کر سکیں اور صحیح معنیٰ میں اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر سکیں۔ الحمد للہ جماعت المسلمین برابر اس کوشش میں ہے کہ آئندہ آنے والی نسل کے ذہنوں کو موجودہ دور کے فتنوں سے محفوظ رکھ کر انہیں صحیح معنیٰ میں

مسلم بنائے اور نہ صرف مسلم بنائے بلکہ اس قابل بنائے کہ وہ ان فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ اور اُن کا مکمل استیصال کرسکیں۔

جماعت المسلمین کا یہ منصوبہ کب پورا ہوگا اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال اس درمیانی عرصہ میں ہم مسجدوں سے کسی حد تک اس منصوبہ کے مقصد کو پورا کرسکتے ہیں۔ مسجدوں میں بچے اچھی خاصی تعداد میں ناظرہ قرآن مجید پڑھتے ہیں مگر قرآن مجید کے پڑھنے کا جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوتا۔ بچے نہ قرآن مجید سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں، نہ ان کا ذہن وفکر اسلامی بنتا ہے اور نہ خدمت دین کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جمود کا شکار ہوتے ہیں، فعّالیت مفقود ہوتی ہے، مسجد کے باہر غیر اسلامی فضا میں وہ نشو ونما پاتے ہیں اور اس طرح غیر اسلامی تہذیب کے سانچے میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ بتائیے کیا ایسے بچے جوان ہو کر دین کی حفاظت کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔

اگر ان بچوں کو جو اپنا کافی وقت مسجدوں میں محض ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم میں گذارتے ہیں اسلامی آداب کی عملی تربیت دی جائے، ان سے مسلسل عملی مشق کرائی جائے، ان کے ذہنوں کو ان کی استطاعت کے مطابق اسلامی سانچہ میں ڈھالا جائے، قرآن مجید کا ترجمہ سکھایا جائے، توحید اور رسالت پر ایمان لانے کے تقاضے بتائے جائیں اور آسان طریقہ سے کچھ عربی زبان بھی سکھائی جائے تو امید ہے کہ اچھے نتائج نکلیں گے۔

سلسلۂ اشاعت ۲۱

جماعت المسلمین کے اجتماعات

اور

ان کی افادیت

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد احکام سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ جو لوگ واقف ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں تو اُن میں سے اکثر کو اُن احکام پر عمل کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ صحیح قسم کی تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔ نہ احکام ہی کو خاطر خواہ اہمیت دی جاتی ہے اور نہ اُن کے طریقۂ ادائیگی کو۔ مثلاً وضوء ہی کو لیجئے۔ وضوء دن میں کئی بار کرنا پڑتا ہے اس کے باوجود اکثر لوگ اس کے صحیح طریقہ سے ناواقف ہیں اور اگر کچھ لوگ واقف بھی ہیں تو عمل نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر ہم آپ کو کُلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے طریقہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی چلو سے کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے اور اس طرح تین دفعہ کرتے (صحیح بخاری) ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلی کرتے، ناک میں پانی ڈالتے اور ناک سنکتے۔ تین چلوؤں سے تین مرتبہ ایسا کرتے (صحیح بخاری عن عبداللہ بن زیدؓ) ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چلو

پانی لیتے اور اس سے کلی بھی کرتے اور ناک میں پانی بھی ڈالتے (صحیح بخاری عن ابن عباس)۔ الغرض اس قسم کی تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر اس میں کچھ پانی سے کلی کرے، کلی کرنے کے بعد چلو میں بچے ہوئے پانی کو ناک میں ڈالے پھر ناک سنکے۔ اس طرح تین مرتبہ کرے۔

اب بتائیے کیا عام طور پر لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اگر نہیں کرتے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

واضح ہو کہ تین چلوؤں سے کلی کرنا اور پھر تین چلوؤں سے ناک میں پانی ڈالنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

الغرض اس قسم کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن سے عوام قطعاً بے خبر ہیں۔ جماعت المسلمین اپنے اجتماعات میں ان چیزوں کی تعلیم اور عملی تربیت کا اہتمام کرتی ہے۔ جو لوگ ان اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں انہیں ان اجتماعات کی افادیت کا علم ہے۔ بعض لوگ اپنی طول عمری کے باوجود ان مسائل سے ناواقف ہونے پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ آخر لوگوں کو ان چیزوں کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کو پورا کرنے کا کیا انتظام ہے۔

مختلف فتنوں کا ذکر ہم اپنے مختلف مضامین میں کر چکے ہیں۔ ان فتنوں کے سدباب کے ذرائع کا بھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ان فتنوں کے سدباب کا ایک ذریعہ اجتماعات بھی ہیں جن میں فتنوں سے روشناس کرایا جائے، ان کا مدلل ابطال کیا جائے اور فتنہ انگیز لوگوں اور جماعتوں کے دجل اور فریب سے آگاہ کیا جائے۔ ایسے اجتماعات کا نہ ہونا اور اگر ہوں تو ان میں شریک نہ ہونا ہی کم علم لوگوں کی گمراہی کا سبب ہوتا ہے۔ کاشش

عوام الناس قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا ٹھوس علم حاصل کریں، ان میں جو احکام صادر ہوتے ہیں ان پر پورے ذوق و شوق سے عمل کرنے کا طریقہ سیکھیں، فتنوں سے واقف ہوں اور ان کے قلع قمع کرنے کے لئے دلائل کی تعلیم حاصل کریں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو فتنوں سے بچا سکیں۔

جماعت المسلمین کے اجتماعات کا مقصد احکام الٰہی کی تعلیم و تربیت ہے۔ حاضرین کو کچھ عرصہ کے لئے خالص اسلامی ماحول مہیا کرنا، دن و رات اللہ تعالیٰ کا ذکر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا چرچا، آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور میل جول، ایک دوسرے کو نصیحت، غلطیوں کا ازالہ، فتنوں کی سرکوبی کے لئے دلائل و براہین کے ہتھیار فراہم کرنا، یہ تمام باتیں جماعت المسلمین کے اجتماعات کی جان ہیں۔ مزید برآں یہ اجتماعات وقت و راحت کی قربانی کی تربیت بھی دیتے ہیں اور اس قربانی کا عادی بھی بناتے ہیں۔

قارئین کرام، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ علم حاصل کرنا فرض ہے اور یہ حقیقت بھی ہے تو پھر آیئے اور جماعت المسلمین کے اجتماعات کو قریب سے آکر دیکھئے۔ اپنی اصلاح کیجئے اور دوسروں کی اصلاح کیجئے۔

اِتمامِ حُجّت

ہم نے مختلف عنوانات پر یکے بعد دیگرے کئی مضمون آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ اسلام کو جن فتنوں کا سامنا ہے ہم نے اجمالاً ان کا ذکر کیا، ہم نے بتایا کہ ان فتنوں کے سلسلہ میں آپ کس قدر غفلت برت رہے ہیں، ہم نے انکارِ حدیث کے عظیم فتنے سے آپ کو خبردار کیا، منکرین ختم نبوت کے خطرہ سے ہم نے آپ کو آگاہ کیا، ملک میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں آپ کو بتائیں، سوشلزم کے ہمہ گیر اور پُرفریب فتنہ کی طرف آپ کو توجہ دلائی، سرمایہ داری کی لعنت اور اس کے بے جا مصارف سے آپ کو متنبہ کیا، ہم نے بتایا کہ آپ کی نئی نسل کس طرح ان فتنوں سے متاثر ہو رہی ہے اور ان کے دین و ایمان، اخلاق و کردار کا مستقبل کتنا تاریک ہے۔

ہم نے آپ کو بتایا کہ آپ کے گھروں کا کیا حال ہے، اخبار کس نہج پر چل رہے ہیں، آپ کی تہذیب کے آخری قلعہ کو کس طرح مسمار کر دیا گیا ہے اور اس کے نتائج کیا ہوں گے، فتنے کس شوخی کے ساتھ ہمارے گھروں اور ہمارے ذہنوں میں داخل ہو رہے ہیں اور کس دیدہ دلیری کے ساتھ ہمارے مدارس پر یلغار کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اہل اسلام کو زبردست خطرہ کا سامنا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں معنوی تحریف تو ایک عرصہ سے جاری

ہے۔ اب لفظی تحریف کا بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ سوشلسٹ ممالک کا حال کس سے پوشیدہ ہے۔ الغرض بڑی کثیر تعداد میں فتنے منڈلا رہے ہیں۔ کیا ہمیں احساس ہے؟ کیا ہم نے ان فتنوں کے سدباب کے متعلق کبھی سوچا؟

اس سلسلہ میں جماعت المسلمین اپنا تعلیمی منصوبہ جو وقت کا اہم تقاضا ہے پیش کر چکی ہے۔ جماعت المسلمین تبلیغی میدان میں بھی کود پڑی ہے اور ایسے اجتماعات منعقد کر رہی ہے جن میں عوام الناس کو تربیت دی جاتی ہے۔ جماعت المسلمین ٹھوس علمی دلائل سے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تحریر و تقریر کا اہتمام کر رہی ہے۔ جماعت المسلمین خالص اسلامی معاشرہ کے قیام کا بھی فیصلہ کر چکی ہے۔

غرض کہ جماعت المسلمین اسلام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ خالص اسلامی معاشرہ میں زندگی بسر کریں جس کی بنیاد فرقہ وارانہ مذاہب پر نہ ہو بلکہ صرف قرآن مجید اور احادیث نبوی پر ہو، اگر آپ اپنی اولاد کا دینی اور دنیوی مستقبل تابناک دیکھنا چاہتے ہیں اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین اسلام دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچے اور چپہ چپہ پر عملاً نافذ ہو تو جماعت المسلمین کے ساتھ تعاون فرمائیں۔

یہ اشاعت بطور اتمام حجت پیش کی جا رہی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری گذارشات صدا بصحرا ثابت نہیں ہوں گی اور اب آپ مستعدی سے خدمتِ دین انجام دینی شروع کر دیں گے۔